دو۲ اہم فتوے

- اذان واقامت سے پہلے درود پڑھنا
- مسجد میں نماز کے لئے عورتوں کا داخلہ

قرآن، احادیث، اقوالِ بزرگانِ دین خصوصاً
امام شافعی علیہ الرحمہ اور علماے شافعیہ کے حوالے سے

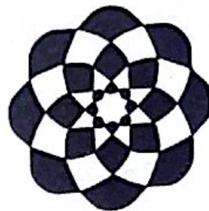
مفتی محمد عاقب شافعی قادری ثقافی
پرنسپل مدرسہ عربیہ دار المصطفیٰ، کھوپولی، رائے گڑھ

شائع کردہ
دار المصطفیٰ پبلی کیشن
مل واڑی، شیل پھاٹا، کھوپولی، ضلع رائے گڑھ، مہاراشٹرا، انڈیا
email: kharbeqadiri@gmail.com

(۱)

اذان واقامت سے پہلے درود پڑھنا

قرآن، احادیث، اقوال بزرگان دین خصوصاً
امام شافعی علیہ الرحمہ اور علماے شافعیہ کے حوالے سے



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ ہمارے زمانے میں اہل سُنّت کی مساجد میں جو اذان اور اقامت سے پہلے بلند آواز سے درود وسلام پڑھا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس کو پڑھنا جائز ہے یا ناجائز وحرام ہے؟ قرآن وحدیث اور خاص کر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شافعی مسلک کے علما کی مُستند عربی کتابوں کے حوالے سے مُدلّل و مُفصّل جواب عنایت کیجئے تاکہ ہمارے گاؤں میں جو اختلاف پیدا ہو گیا ہے وہ ختم ہو جائے۔

سائل: سمیر پارکر، بانکوٹ، تعلقہ: منڈن گڑھ، ضلع رتنا گیری، (کوکن)

الجـــــــواب بعون اللّٰہ الوھّاب: حامداً ومصلیاً ومسلماً

درود شریف ایک ایسا مبارک عمل ہے جسے ہر نیک کام سے پہلے پڑھنا سُنّت اور باعثِ برکت وثواب ہے، اس بارے میں ہمارے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک خود انہی کی زبانی مشہور مُحدّث علامہ سخاوی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ ۹۰۲ھ) نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا:

"وقد قال الشافعي أحب أن يقدم المرء بين يدي خطبته وكل أمر طلبه حمد الله والثناء عليه سبحانه وتعالى والصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم"

(ترجمہ) "بے شک امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ آدمی اپنے خُطبے بلکہ ہر کام سے پہلے جسے وہ کرنا چاہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔"

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، صفحہ: ۲۴۴، الناشر: دار الریان للتراث)

اور اذان و اقامت بھی نیک کام ہیں لہذا ان سے پہلے بھی درود پڑھنا باعثِ برکت وثواب ہے۔ اور چونکہ بسم اللہ شریف اللہ کی حمد وثنا پر مشتمل ہے اس لیے درود پڑھنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا حمد وثنا کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭيٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝"

"(ترجمہ) "بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والوں! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔"

(پارہ: ۲۲، سورۃ احزاب، آیت نمبر: ۵۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی وقت کی پابندی کے مُطلقاً درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا ہے لہذا (بیت الخلاوغیرہ جیسی اُن جگہوں اور اُن وقتوں کے سوا جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا منع ہے) ہر وقت اور تمام حالات میں درود وسلام پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اس آیت کے حکم پر عمل کرنا ہے اور باعثِ برکت وسعادت ہے۔ لہٰذا جو لوگ درود وسلام کو وقت کے ساتھ خاص کرتے ہیں کہ اذان سے پہلے درود پڑھنا جائز نہیں اور فلاں وقت پڑھنا جائز ہے وہ قرآن کی اس آیت پر زیادتی کرتے ہیں اور اپنی طرف سے نئی شریعت گڑھتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کوئی پابندی نہیں لگائی تو آخر ہم اور آپ کون ہوتے پابندی عائد کرنے والے؟ بلکہ اکابر علماے دین نے اپنی کتابوں میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

"وأما الصلاة في الأحوال كلها ومن تشفع بجاهه - صلى الله عليه

وسلم-وتوسل بالصلاة علیه بلغ مراده وأنجح قصده"

(ترجمہ)" رہا سارے حالات میں درود پڑھنا تو جو کوئی (اپنے تمام حالات میں) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کو وسیلہ بنائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کے وسیلے سے شفاعت طلب کرے تو اُس کی مُراد پوری کی جاتی ہے اور اُسے اُس کے مقصد میں کامیابی دی جاتی ہے۔"

(القول البدیع، صفحہ ۲۳۹، الناشر: دار الریان للتراث)

مسلک شافعی کے خاتمۃ المحققین امام شہاب الدین ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ ۹۷۴ھ) اپنی کتاب میں عنوان قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الفصل الثالث في ذكر أمور مخصوصة تشرع الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيها"

یعنی تیسری فصل اُن اُمور کے ذکر میں ہے جن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا شریعت میں حکم ہے۔ پھر ان اُمور کو بیان کرتے ہوئے چھتیس نمبر (۳۶) کے تحت فرمایا:

"في سائر الاحوال، مرّ في الفصل الثالث احاديث كثيرة دالة على طلبها في كل وقت۔"

یعنی" تمام حالات میں درود پڑھنے کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے۔ تیسری فصل میں بہت سی وہ احادیث گزریں جو ہر وقت درود شریف کے شرعاً مطلوب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔"

(الدُّرُّ المنضود في الصلاة والسلام على صاحب المقام المحمود، صفحہ:۲۴۵، ناشر: دار المنهاج، جَدَّة)

تو ثابت ہوا کہ اذان و اقامت کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں اور اِس

حالت میں بھی درود وسلام پڑھنا مستحب اور باعثِ برکت وثواب ہے۔ چنانچہ مسلکِ شافعی کی مشہور کتاب "فتح المعین" میں ہے:

"وقال الشيخ الكبير البكري أنهاتسن قبلهما۔"

یعنی "شیخ کبیر بکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ درود پڑھنا اذان و اقامت دونوں سے پہلے سُنت ہے۔"

(فتح المعین، فصل فی الاذان والاقامۃ، صفحہ: ۱۵۷، ناشر: دار ابن حزم)

اسی طرح علامہ شیخ سلیمان جمل شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلکِ شافعی کے اپنے مشہور حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا قَبْلَ الْإِقَامَةِ فَهَلْ يُسَنُّ أَيْضًا أَوْ لَا أَفْتَى شَيْخُنَا الشَّوْبَرِيُّ حِينَ سُئِلَ عَمَّا يَفْعَلُ مِنْ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْإِقَامَةِ هَلْ هُوَ سُنَّةٌ أَوْ بِدْعَةٌ بِأَنَّهُ سُنَّةٌ ثُمَّ رَأَيْت ذَلِكَ مَنْقُولًا عَنْ جَمَاعَاتٍ مِنْ مُحَقِّقِي الْعُلَمَاءِ."

(ترجمہ) "رہا اقامت سے پہلے، تو کیا درود وسلام پڑھنا اس وقت بھی سُنت ہے؟ تو اقامت سے پہلے جو درود وسلام پڑھا جاتا ہے اُس کے بارے میں ہمارے شیخ حضرتِ شوبری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ سُنت ہے یا بدعت؟ تو اُنہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ سُنت ہے۔ پھر میں نے اسی جواب کو علمائے محققین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہوا دیکھا۔"

(حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج، جلد: ۱، صفحہ: ۳۱۰، ناشر: دار الفکر، بیروت)

مگر اس بات کا خیال رہے کہ درود وسلام پڑھنا ہر حال اور ہر وقت اور ہر نیک کام سے پہلے سُنت ہے۔ اور اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا بھی اسی عام حکم کے تحت ہے۔ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا خاص اذان کی سُنتوں میں سے نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں

ہے کہ اگر کوئی اذان سے پہلے درود وسلام نہ پڑھے تو اذان میں کوئی کراہت پیدا ہوگی یا اذان کے ثواب میں کوئی کمی آئے گی بلکہ درود وسلام پڑھنا خود اپنی جگہ ایک الگ اور مستقل سُنت ہے اور درود وسلام کو ترک کرنے سے صرف درود وسلام کا ثواب نہیں ملے گا۔ لہٰذا بالفرض اگر کوئی مُسلمان درود وسلام کو اذان کی سنت سمجھ کر اذان سے پہلے پڑھے کہ ان کے بغیر اذان ادھوری ہے تو اُس کو اُس کے اس غلط خیال سے بعض رکھنے کے لیے روکا جائے گا۔ چنانچہ امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"فَمَنْ أَتَى بِوَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي ذَلِكَ مُعْتَقِدًا سُنِّيَّتَهُ فِي ذَلِكَ الْمَحَلِّ الْمَخْصُوصِ نُهِيَ عَنْهُ وَمُنِعَ مِنْهُ؛" (ترجمہ) "لہٰذا جو درود یا سلام کو اُس مخصوص محل میں سُنت سمجھ کر پڑھے گا تو اُسے روکا جائے گا اور منع کیا جائے گا۔"

(الفتاوی الفقہیۃ الکبری، جلد:۱، صفحہ:۱۳۱، ناشر: دارالفکر، بیروت)

اور آج سُنیوں میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جو درود کو خاص اذان کی سُنت سمجھ کر پڑھتا ہو بلکہ سب درود وسلام کو مستقل اور عام سُنت جانتے ہیں لہٰذا اب کسی کو اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مذکورہ عبارت کی ہم نے اس لیے وضاحت کر دی کہ کچھ لوگ اس عبارت کی آڑ لے کر ہر صورت اور ہر حال میں اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل بھلائی کے کاموں سے روکنے والے ہیں۔ حالانکہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"علامة أهل السنة كثرة الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم" یعنی اہل سُنت کی علامت کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہے۔

(القول البديع، صفحه: ٦٠، ناشر: دار الريان للتراث)

اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اہل سُنت اپنی مساجد میں اذان واقامت سے پہلے بھی اپنے آقا

ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔آج ہمارے ملک میں اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا سُنّیت کی علامت بن چکا ہے۔لہٰذا اس سے وہی شخص نفرت کرسکتا ہے جسے درود سے انکار ہو یا جو سُنی نہ ہو۔اور رہا یہ کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے زمانے میں اس طرح بلند آواز سے اذان و اقامت سے پہلے درود وسلام نہیں پڑھا جاتا تھا اس لیے یہ بدعت اور حرام ہے۔ایسا کہنے والے کچھ اور تو ہو سکتے ہیں مگر سُنی اور شافعی ہرگز نہیں ہو سکتے۔اس لیے کہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک اچھی دوسری بُری۔چنانچہ شرک و بدعت کی رٹ لگانے والوں کے پیشوا ابن تیمیہ کے مجموعۂ فتاوی میں ہے:

"وَمَا خَالَفَ النُّصُوصَ فَهُوَ بِدْعَةٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ وَمَا لَمْ يُعْلَمْ أَنَّهُ خَالَفَهَا فَقَدْ لَا يُسَمَّى بِدْعَةً قَالَ الشَّافِعِيُّ - رَحِمَهُ اللَّهُ -: الْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ: بِدْعَةٌ خَالَفَتْ كِتَابًا وَسُنَّةً وَإِجْمَاعًا وَأَثَرًا عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَذِهِ بِدْعَةُ ضَلَالَةٍ. وَبِدْعَةٌ لَمْ تُخَالِفْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَهَذِهِ قَدْ تَكُونُ حَسَنَةً لِقَوْلِ عُمَرَ: نِعْمَتْ الْبِدْعَةُ هَذِهِ هَذَا الْكَلَامُ أَوْ نَحْوُهُ رَوَاهُ البيهقي بِإِسْنَادِهِ الصَّحِيحِ فِي الْمَدْخَلِ"

(ترجمہ)" جو نیا عمل قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف ہو وہ باتفاق مسلمین بدعت ہے۔اور جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف ہے اُسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بدعت دو بدعتیں ہیں،ایک وہ بدعت جو کتاب،سُنت،اجماع یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ کی حدیث کے مخالف ہو تو وہ بدعتِ ضلالت ہے۔اور وہ بدعت یعنی نیا کام جو ان میں سے کسی کے بھی بر

خلاف نہ ہو تو بے شک وہ بدعت اچھی ہوتی ہے (جسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں) اس لیے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (تراویح کی بڑی جماعت قائم کر کے) فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے۔ اس کو یا اس معنی کے کلام کو امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مدخل میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔"

(مجموع الفتاوی، جلد: ۲۰، صفحہ: ۱۶۳، الناشر: مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف، المدینۃ

اور اذان سے پہلے بلند آواز سے درود پڑھنے کو نہ تو قرآن میں منع کیا گیا ہے اور نہ ہی حدیث میں، لہٰذا اس کے جائز ہونے کو اتنا ہی کافی ہے کہ کہیں منع نہیں تو درود شریف پڑھنا اپنی اصل پر یعنی سُنت ہونے پر باقی رہے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا کسی کام کو نہ کرنا صرف اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ کام فرض یا واجب نہیں اور اُس کام کو چھوڑنا گناہ نہیں۔ ان حضرات کا کسی کام کو نہ کرنا اُس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں، جیسا کہ مسلکِ شافعی کے ایک بہت بڑے امام و محدث علامہ شہاب الدین احمد خطیب قسطلانی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۹۲۳ھ) نے یہ قاعدہ تحریر فرمایا:

"لیس الترک بدلیل علی الامتناع"

یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسی خاص فعل کو نا کرنا اُس کے ممنوع ہونے کی دلیل نہیں۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، جلد: ۲، صفحہ: ۲۹۷، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، مصر)

بلکہ اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا قرآن کی آیت اور احادیث کے موافق ہے اس لیے مُستحب اور بدعتِ حسنہ ہے۔ اور اصطلاحِ فقہ میں سُنت یا مُستحب کا لفظ بدعتِ حسنہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ روح البیان میں ہے کہ امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا"

(ترجمہ)" بدعتِ حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق کیا جاتا ہے۔"

(روح البیان، زیرِ تفسیر سورۃ فتح، آیت نمبر:۲۹)

اور مسلکِ شافعی کے اصول کی مشہور کتاب "جمع الجوامع" اور اُس کی شرح میں

ہے:

"(وَالْمَنْدُوبُ وَالْمُسْتَحَبُّ وَالتَّطَوُّعُ وَالسُّنَّةُ مُتَرَادِفَةٌ) أَيْ أَسْمَاءٌ لِمَعْنًى وَاحِدٍ"

(ترجمہ)" اور مندوب، مُستحب، تطوع، اور سُنّت ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں یعنی ایک مفہوم کے چند نام ہیں۔"

(شرح المحلی علی جمع الجوامع مع حاشیۃ العطار، جلد: ۱، صفحہ: ۱۲۶، ناشر: دار الکتب العلمیۃ)

اسی طرح روح البیان میں علامہ نابلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی منقول ہے کہ اُنہوں نے فرمایا:

"ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة"

(ترجمہ)" بے شک بدعتِ حسنہ جو شریعت کے مقصود کے موافق ہوتی ہے اُسے سُنّت کہا جاتا ہے۔"

(روح البیان، زیرِ تفسیر سورۃ توبہ، آیت نمبر:۱۸)

اسی لیے امام شیخ کبیر بکری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے سُنّت کہا ہے، جیسا کہ فتح المعین کے حوالے سے بیان کیا گیا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہیتے مؤذن حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ سُنن ابو داوٗد میں حضرت عُروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

"عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ

وَ أَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ، قَالَتْ: وَاللهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ"

(ترجمہ) "قبیلۂ بنی نجار کی ایک خاتون سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا کہ میرا گھر مسجدِ نبوی کے ارد گرد سب سے اُونچا گھر تھا، اُس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی اذان پُکارا کرتے تھے، تو وہ سحری کے وقت تشریف لاتے اور گھر کے اوپر بیٹھ جاتے فجر کی طرف (یعنی مشرق کی طرف) دیکھتے رہتے، پھر جب وہ فجر کو (طلوع ہوتے ہوئے) دیکھ لیتے تو انگڑائی لیتے ہوئے کھڑے ہو جاتے پھر (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) عرض کرتے" اے اللہ! بے شک میں تیری حمد بجا لاتا ہوں اور قریش پر تجھ سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔" (اس خاتون صحابیہ نے) فرمایا کہ پھر اس کے بعد اذان پُکارتے۔ فرمایا کہ قسم اللہ کی! مجھے نہیں معلوم کہ ایک رات بھی اُنہوں نے (اذان سے پہلے) اُن دُعائیہ کلمات کو نہ پڑھا ہو۔"

(سُنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب الاذان فوق المنارۃ، حدیث نمبر: ۵۱۹)

محدثین نے اس حدیث کو کو قابل اعتماد قرار دیا ہے حتیٰ کہ خود اذان سے پہلے درود پڑھنے کو بدعت کہنے والوں کے مُستند شیخ ناصر البانی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ چنانچہ لکھا:

"قلت: إسناده حسن، كما قال الحافظ، و قال ابن دقيق العيد: "هذا الخبر حسن" (ترجمہ) "میں نے کہا کہ اس کی اسناد حسن ہے جیسا کہ حافظ (ابن حجر عسقلانی) نے فرمایا اور امام ابن دقیق العید نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔"

(صحيح أبي داود - الأم، جلد: ۳، صفحہ: ۷، ناشر: مؤسسة غراس للنشر و التوزيع، الكويت)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے پہلے دُعا مانگا

کرتے تھے اور اتنی بلند آواز میں کہ گھر کے اندر موجود خاتون بھی سُن لیتی تھیں۔ اور درود شریف بھی ایک بہترین دُعا ہے جس کا مطلب ہے کہ اے اللہ! تو اپنے نبی پر رحمتِ کاملہ نازل فرما۔ چنانچہ مسلکِ شافعی کی مشہور و مستند کتاب منہاج اور اُس کی شرح تحفۃ المحتاج میں ہے:

"(وَ) الصَّحِيحُ (أَنَّهُ) إِذَا جَهَرَ بِهِ الإِمَامُ (يُؤَمِّنُ الْمَأْمُومُ) جَهْرًا (لِلدُّعَاءِ) لِلاتِّبَاعِ وَمِنْهُ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى الْمُعْتَمَدِ"

(ترجمہ) "اور صحیح یہ ہے کہ جب امام دُعائے قنوت کو بلند آواز سے پڑھے تو ماموم دُعا پر بلند آواز سے آمین کہے اور قولِ معتمد پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا بھی دُعا سے ہے۔" (یعنی دعائے قنوت میں امام کے درود پڑھنے پر ماموم آمین کہے گا اس لیے کہ درود بھی دُعا ہی ہے۔)

(تحفۃ المحتاج بشرح المنھاج، جلد: ۲، صفحہ: ۶۷، مطبوعہ قدیمہ، مصر)

لہٰذا جب اذان سے پہلے بلند آواز سے دُعا مانگنا ثابت ہو گیا تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اذان سے پہلے بلند آواز سے درود شریف پڑھنا بدعت نہیں اس لیے کہ درود شریف بہترین دُعا ہے۔

اسی طرح اذان و اقامت کے بعد بھی درود شریف پڑھنا سُنّت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا حکم آیا ہے، جسے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُنہوں نے فرماتے ہوئے سُنا:

"إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ الخ"

(ترجمہ) "جب تم مؤذّن کو سُنو تو جیسا وہ کہے ویسا کہو (یعنی اذان کا جواب دو) پھر مجھ پر درود پڑھو۔ الحدیث۔"

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مثل قول المؤذن لمن سمعہ، حدیث نمبر: ۳۸۴)

اسی لیے علماے شافعیہ نے اذان کے بعد اور اُس پر قیاس کرتے ہوئے اقامت کے بعد بھی درود شریف پڑھنے کو سُنّت قرار دیا ہے۔ چنانچہ مسلک شافعی کے شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۹۲۶ھ) نے تحریر فرمایا:

(وَ) سُنَّ (لِكُلٍّ) مِنْ مُؤَذِّنٍ وَمُقِيمٍ وَسَامِعٍ وَمُسْتَمِعٍ (أَنْ يُصَلِّيَ وَيُسَلِّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ فَرَاغٍ) مِنْ الْأَذَانِ أَو الإقامة." (ترجمہ) "اذان کہنے والے، اقامت کہنے والے، بلا ارادہ سُننے والے اور بالقصد سُننے والے میں سے ہر ایک کے لیے یہ سُنّت قرار دیا گیا کہ وہ اذان و اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھے۔"

(شرح المنہج مع حاشیۃ الجمل، جلد: ا، صفحہ: ۰ الناشر: دار الفکر، بیروت)

لہٰذا اذان کے بعد دُعا سے پہلے اور اقامت کے بعد بھی درود و سلام پڑھا جائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کَتَبَهُ:

الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد عاقب بن لیاقت

الاشعری عقیدةً، الشافعی مذھباً، القادری مشرباً، الثقافی خریجاً

الامین العام للمعھد الدینی: دار المصطفی، کھوپولی، رائے گڑھ

kharbeqadiri@gmail.com



(۲)

مسجد میں نماز کے لئے عورتوں کا داخلہ

قرآن، احادیث، اقوال بزرگان دین خصوصاً

امام شافعی علیہ الرحمہ اور علماے شافعیہ کے حوالے سے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرعِ متین مسئلۂ ذیل میں کہ ایک مسجد جو زمانۂ قدیم سے شافعی المسلک اور سُنی العقیدہ ہے اور اس میں ابھی تک عورتوں کی نماز با جماعت کبھی نہیں ہوئی ہے۔ اب کچھ ٹرسٹی اس مسجد میں عورتوں کی نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین و نمازِ تراویح شروع کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ سے سوال یہ ہے کہ عورتوں کا مسجد میں آنا اس پُرفتن دور میں اور نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین ونمازِ تراویح میں شریک ہونا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز۔ براہِ کرم اس کا مکمل ومُدَلّل جواب حدیث پاک کی روشنی میں اور سیرتِ صحابۂ کرام اور اقوالِ ائمۂ مجتہدین کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

السائل: (۱) مولوی سرور محسن ناخدا (۲) ماجد سکندر کھربے، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹرا۔

الجــــــواب بعون اللّٰہ الوھّاب: حامداً ومصلیاً ومسلماً

عورتوں کا جمعہ، عیدین، تراویح یا فرض نمازوں کے لیے گھر سے نکل کر کسی مسجد میں یا کہیں اور جمع ہونا حرام ہے۔ اس لیے کہ یہ زمانہ فتنے اور فساد کا زمانہ ہے، نگاہوں سے حیا نکل چکی ہے، فسق وفجور عام ہے اور تقویٰ اور طہارت بالعموم نہیں پایا جاتا، اسی لیے صدیوں سے مذاہبِ اربعہ کے علما یہی فتویٰ دیتے آرہے ہیں کہ عورتوں کا گھر سے نکل کر جمعہ یا جماعت

کے لیے مسجد یا کسی اور جگہ جمع ہونا حرام ہے۔اور فتنہ یہی نہیں ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کو چھیڑے یا بُری نظر سے دیکھے بلکہ اگر عورت کو چھونے یا اُس کے ساتھ تنہائی میں جمع ہونے کی دل میں خواہش پیدا ہوتی ہو تو یہ بھی فتنہ ہے۔ چنانچہ مسلکِ شافعی کی مشہور و مستند کتاب "نہایۃ المحتاج" کے محشّی علامہ ابو الضیا نور الدین بن علی شَبرامَلّسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۰۸۷ھ) نے اپنے حاشیے میں تحریر فرمایا:

"أن ضابط خوف الفتنة أن يخاف أن تدعوه نفسه إلى مس لها أو خلوة بها" (ترجمہ) "فتنے کے خوف کا ضابطہ یہ ہے کہ مرد کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اُس کا نفس اُسے عورت کو چھونے یا اُس کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کی طرف بلائے۔"

(جلد:٦،صفحہ:١٨٧،ناشر:دارالفکر،بیروت)

معلوم ہوا کہ فتنے کا تحقق یہ ہے کہ واقعی میں مرد کا نفس عورت کو چھونے کی یا تنہائی میں جمع ہونے کی خواہش کرے اگر چہ وہ اپنی اس خواہش پر عمل نہ کرے۔اور ایسے مردوں اور عورتوں کی تعداد بہت کم ہے جن میں اس قدر تقویٰ اور احتیاط پایا جاتا ہو کہ دل میں بُری خواہشات بھی پیدا نہ ہوتی ہوں، مگر یہ تعداد اتنی کم ہے کہ فقہا نے اسے نہ ہونے کی منزل میں رکھا ہے۔اس لیے کہ شریعت کا حکم عمومی اور اکثریت کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔اور جو ابتدائے اسلام میں عورتوں کو مسجد اور عید گاہ میں آنے کی اجازت تھی وہ مسلمانوں کی تعداد کی قلت کے پیشِ نظر صرف اس لیے تھی تا کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ نظر آئے اور کفار مرعوب ہوں، یہی وجہ ہے کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی عید گاہ حاضر ہوا کرتیں مگر نماز نہیں پڑھتیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت امّ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا:

يَخرُجُ العَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الخُدُورِ، أَوِ العَوَاتِقُ ذَوَاتُ الخُدُورِ،

وَالحُيَّض، وَلْيَشْهَدنَ الخيرَ، وَدعَوَة المُؤمِنِينَ، وَيَعْتَزِل الحُيَّضُ المُصَلَّى

(ترجمہ) "کنواری، پردہ نشین اور حیض والی عورتیں عید گاہ کے لیے نکلیں اور ذکر میں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شرکت کریں اور حیض والی عورتیں نماز پڑھنے کی جگہ سے الگ رہیں۔"

(کتاب الحیض، باب شہود الحائض العیدین، حدیث نمبر ۳۲۴)

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ (متوفیٰ ۷۹۵ھ) نے اپنی شرح بخاری میں فرمایا:

أن أمر الحيض باعتزال المصلى إنما هوَ حال الصلاة، ليتسع على النساء الطاهرات مكان صلاتهن، ثُمَّ يختلطن بهن في سماع الخطبة." (ترجمہ) "حیض والی عورتوں کو نماز کی جگہ سے الگ رہنے کا حکم صرف نماز پڑھنے کی حالت ہی میں تھا تاکہ پاک عورتوں کے لیے اُن کی نماز کی جگہ کشادہ ہو، پھر خطبہ سُننے کے وقت حیض والی عورتیں پاک عورتوں سے مل جاتیں۔"

(فتح الباری لابن رجب، جلد: ۲، صفحہ: ۱۴۲، الناشر: مكتبة الغرباء الاثرية-المدينة النبوية.)

معلوم ہوا کہ عورتوں کو اجازت دینے سے مقصود مسلمانوں کی تعداد کی کثرت دکھانا تھا نہ کہ مردوں کی جماعت میں نماز پڑھوانا، ورنہ حیض والیوں کو حاضر نہیں کیا جاتا۔ مگر جب اسلام کا غلبہ ہوا اور مسلمانوں کی کثرت دکھانے کی ضرورت باقی نہ رہی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَاتَمْنَعُوا نِسَاءَ كُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُن"

(ترجمہ) "اپنی عورتوں کو مساجد سے نہ روکو اور (نماز پڑھنے کے لیے) اُن

کے گھر اُن کے حق میں زیادہ بہتر ہیں۔"
(سُنن ابی داوَد، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد، حدیث نمبر:۵۶۷)

نیز فرمایا:

صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا

یعنی "عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اُس کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اُس کا اندرونی کمرے میں نماز پڑھنا اُس کے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔"

(سُنن ابی داوَد، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی خروج النساء الی المسجد، حدیث نمبر:۵۷۰)

اسی طرح مشہور محدث امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمائی کہ ابوحمید ساعدی کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

إِنِّي أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ"

یعنی "میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔"

اس پر ارشاد فرمایا:

"قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّينَ الصَّلَاةَ مَعِي، وَصَلَاتُكِ فِي بَيْتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي حُجْرَتِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي دَارِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي دَارِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِي«، فَأَمَرَتْ، فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهِ، فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتَّى لَقِيَتِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ۔"

(ترجمہ) ”بے شک میں نے جان لیا ہے کہ تو میرے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہے، حالاں کہ تیرے گھر میں تیری نماز تیرے باڑے میں تیری نماز سے افضل ہے اور تیرے باڑے میں تیری نماز تیرے احاطے (کمپاؤنڈ) میں تیری نماز سے افضل ہے اور تیرے احاطے میں تیری نماز تیری قوم کی مسجد میں تیری نماز سے افضل ہے اور تیری قوم کی مسجد میں تیری نماز میری مسجد میں تیری نماز سے افضل ہے۔ لہٰذا اُس عورت نے حکم دیا تو اُس کے لیے اُس کے گھر کے انتہائی آخری اور انتہائی اندھیرے کونے میں نماز پڑھنے کی ایک جگہ بنائی گئی، پھر وہ اسی جگہ میں نماز پڑھتی رہی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کی یعنی انتقال فرمایا۔“

(صحیح ابن خزیمۃ، حدیث نمبر:۱۶۸۹، جلد:۳، صفحہ:۹۵، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت)

معلوم ہوا کہ زمانۂ نبوی میں بھی عورتوں کے لیے زیادہ فضیلت وثواب اسی میں تھا کہ وہ مسجد میں نہ آتے ہوئے اپنے گھروں ہی میں نماز ادا کیا کرتیں اور اُن کا مسجد میں آنا فضیلت وثواب کی کمی کا باعث تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن صحابیہ کو اُن کے گھر کے انتہائی اندھیرے کمرے میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔ غیر مقلدوں کی طرح مسجد میں نماز پڑھنے کی خواہش کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو عورتوں کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ نماز کے لیے تمہارے گھر تمہاری مسجد سے بہتر ہیں، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت پر کوئی بھی عورت صحابیات سے زیادہ عمل کرنے والی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس نصیحت سے بے خبر اگر کوئی صحابیہ نماز کے لیے مسجد جاتی ہو تو اُس کے عمل کو دلیل بنا کر مسجد میں عورتوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دینا ہرگز درست نہیں۔ اور اسی لیے ازواجِ مطہرات اور اہلِ بیت کی عورتوں میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ جمعہ یا جماعت میں شرکت کے لیے مسجد میں حاضر ہوئی ہو۔ چنانچہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ (متوفی ۲۰۴ھ) نے اپنی کتاب [illegible] تحقیق کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"وَلَمْ نَعْلَمْ مِنْ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ امْرَأَةً خَرَجَتْ إِلَى جُمُعَةٍ وَلَا جَمَاعَةٍ فِي مَسْجِدٍ، وَأَزْوَاجُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَانِهِنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَى بِأَدَاءِ الْفَرَائِضِ، ..... وَقَدْ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَبَنَاتِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَمَوْلَيَاتِهِ وَخَدَمِهِ وَخَدَمِ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَمَا عَلِمْتُ مِنْهُنَّ امْرَأَةً خَرَجَتْ إِلَى شُهُودِ جُمُعَةٍ، وَالْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الرِّجَالِ بِأَكْثَرَ مِنْ وُجُوبِ الْجَمَاعَةِ فِي الصَّلَوَاتِ غَيْرِهَا، وَلَا إِلَى جَمَاعَةٍ غَيْرِهَا فِي لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، وَلَا إِلَى مَسْجِدِ قُبَاءَ، فَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِ رَاكِبًا وَمَاشِيًا، وَلَا إِلَى غَيْرِهِ مِنَ الْمَسَاجِدِ، وَمَا أَشُكُّ أَنَّهُنَّ كُنَّ عَلَى الْخَيْرِ بِمَكَانِهِنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْرَصَ، وَبِهِ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهِنَّ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ أَنْ يَأْمُرَهُنَّ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِنَّ، ...، وَمَا لَهُنَّ فِيهِ مِنَ الْخَيْرِ وَإِنْ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِنَّ، كَمَا أَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَاتِ وَالسُّنَنِ، وَأَمَرَ أَزْوَاجَهُ بِالْحِجَابِ، وَمَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِنْ سَلَفِ الْمُسْلِمِينَ أَمَرَ أَحَدًا مِنْ نِسَائِهِ بِإِتْيَانِ جُمُعَةٍ، وَلَا جَمَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ، وَلَوْ كَانَ لَهُنَّ فِي ذَلِكَ فَضْلٌ أَمَرُوهُنَّ بِهِ، وَأَذِنُوا لَهُنَّ إِلَيْهِ، بَلْ قَدْ رُوِيَ وَاللهُ أَعْلَمُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي حُجْرَتِهَا خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِهَا فِي الْمَسْجِدِ، أَوِ الْمَسَاجِدِ۔"

(ترجمہ) ”ہم امہات المومنین میں سے کسی عورت کو نہیں جانتے کہ وہ جمعہ یا جماعت میں شرکت کے لیے کسی مسجد میں گئی ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے آپ کی بیویوں کا جو رشتہ ہے اُس بنا پر ازواجِ مطہرات دوسری عورتوں سے زیادہ فرائض کی ادائیگی کی حق دار ہیں۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے اہل بیت کی عورتیں، آپ کی بیٹیاں، آپ کی باندیاں، آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی خادمائیں تھیں، مگر اُن میں سے کسی ایک بھی عورت کے بارے میں ہم نے نہیں جانا کہ وہ جمعہ میں شرکت کے لیے گئی ہو، حالاں کہ جمعہ مردوں پر دیگر فرض نمازوں کی جماعت کے وجوب سے بڑھ کے واجب ہے۔ (یعنی جب اُن میں سے کسی عورت کی جمعہ میں شرکت ثابت نہیں تو دوسری نمازوں کا کیا پوچھنا، پھر فرمایا کہ) اور نہ ہی اُن میں سے کسی ایک بھی عورت کے بارے میں ہم نے جانا کہ وہ دن اور رات کی کسی فرض نماز کی جماعت میں شرکت کے لیے گئی ہو اور نہ ہی مسجدِ قبا کی طرف گئی ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدل اور سوار ہو کر مسجدِ قُبا تشریف لایا کرتے تھے۔ اور نہ ہی مذکورہ عورتوں میں سے کسی کا کسی بھی مسجد کی طرف جانا ہمیں معلوم ہوا۔ اور میں اس بارے میں شک نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رشتے کی بنا پر یہ عورتیں دوسری عورتوں سے فضیلت وثواب کے حاصل کرنے پر زیادہ حریص ہیں اور فضیلت و ثواب کے کاموں کی زیادہ جاننے والی ہیں۔ (مگر اس کے باوجود بھی یہ عورتیں مسجد میں نہیں جاتی تھیں) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اُنہیں اُس کام کا حکم دینے سے ہرگز باز نہیں رہنے والے جو اُن پر واجب [illegible] اُن کے حق میں بہتر ہے اگرچہ واجب نہیں، جس طرح آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن عورتوں کو صدقات کرنے اور سُنتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا اور اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیا۔ اور مسلمانوں کے اسلاف میں سے کسی ایسے کو میں نے نہیں جانا کہ جس نے اپنی کسی بیوی کو جمعہ یا دن و رات کی کسی فرض نماز کی جماعت میں شرکت کا حکم دیا ہو۔ تو اگر جماعت میں شرکت کرنے میں عورتوں کے لیے کوئی فضیلت ہوتی تو یہ حضرات ضرور اپنی عورتوں کو اس کا حکم دیتے اور اس کی اجازت دیتے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ نے فرمایا: عورت کا اُس کے گھر میں نماز پڑھنا اُس کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اُس کے صحن میں اُس کا نماز پڑھنا اُس کے لیے مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔"

(اختلاف الحدیث (مطبوع ملحقا بالام للشافعي) جلد: ۸، صفحہ: ۶۲۴، ناشر: مکتبۃ المعرفۃ، بیروت)

لہٰذا اس زمانے میں جو لوگ عورتوں کو مسجد میں بھیجنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس میں اس قدر شدت سے کام لیتے ہیں گویا کہ عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت وثواب کا کام ہے وہ ایک بھی ایسی حدیث نہیں دکھا سکتے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی ترغیب دی گئی ہو یا مسجد میں نماز پڑھنے میں کوئی فضیلت ہو۔ ان لوگوں کو اپنے اہل حدیث اور سلفی ہونے کا دعوی ہے تو انہیں چاہیے کہ عورتوں کو گھر ہی میں نماز پڑھنے کو کہا کریں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ عورتوں کی فضیلت وثواب کو ضائع کرنے کے لیے یہ لوگ مسجد میں عورتوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں؟؟؟

اب رہا یہ سوال کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے مسجد میں آنے پر پابندی کیوں نہیں عائد کی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پابندی عائد کرنے کا سبب آپ کے زمانے میں موجود نہیں تھا۔ پابندی عائد کرنے کا سبب ہے فتنے اور فساد کا عام ہونا۔ چونکہ وہ

زمانہ اعلیٰ درجے کے تقوی وطہارت کا زمانہ تھا، لوگوں میں حزم واحتیاط اتنی تھی کہ فتنہ وفساد مفقود تھا۔ مگر بعد میں جب اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور لوگوں میں وہ احتیاط اور اُس معیار کا تقوی نہیں رہا جو زمانۂ نبویہ میں تھا بلکہ فتنہ وفساد کا اندیشہ پیدا ہوگیا تو مسلمانوں نے عورتوں کے مسجد میں آنے پر پابندی عائد کردی۔ چنانچہ خود صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا کہ:

"لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ" (ترجمہ) "اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی وہ دیکھ لیتے جو کچھ (زیب وزینت کرنا) عورتوں نے شروع کیا ہے تو وہ بھی ضرور اُنہیں مسجد میں آنے سے منع فرمادیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کردیا گیا۔"

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد، حدیث نمبر: ۸۶۹)

صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد، حدیث نمبر: ۴۴۵)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى۔"

(ترجمہ) "اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔"

(پارہ: ۲۲، سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۳۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اپنے گھروں میں ٹھہری رہنے کا حکم دیا ہے اور علاوہ حاجت کے گھر سے نکلنے سے منع کیا ہے مگر بُرا ہو شیطان کا جو آج جماعت میں شرکت کے نام پر عورتوں کو گھروں سے نکالنا چاہتا ہے تاکہ مساجد بھی فتنہ وفساد کا اڈا بن جائیں۔ بہت سے صحابہ اور صحابیات نے اس آیت کی روشنی میں یہ کہا کہ عورتوں کا مسجد میں نماز کے لیے بھی

جانا جائز نہیں اور جو پہلے عورتوں کو مسجد جانے کی جو اجازت کی وہ اس ایت سے منسوخ ہوگئی یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے اُترنے کے بعد پہلے کی طرح تعداد میں عورتوں کا مسجد جانا ثابت نہیں۔اس آیت کی تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر" الدر المنثور فی التفسیر بالماثور " میں نقل فرماتے ہیں:

"أخرج عبد بن حميد وَابْن الْمُنْذر عَن مُحَمَّد بن سِيرِين قَالَ: نبئت أَنه قيل لسودة زوج النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رَضِي الله عَنْهَا: مَالك لَا تَحُجِّين وَلَا تعتمرين كَمَا يفعل أخواتك فَقَالَت: قد حججْت واعتمرت وَأَمرَنِي الله أَن أقرّ فِي بَيْتِي فو الله لَا أخرج من بَيْتِي حَتَّى أَمُوت قَالَ: فوَاللهَ مَا خرجت من بَاب حُجْرَتهَا حَتَّى أخرجت بجنازتها..... وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن أم نائلة رَضِي الله عَنْهَا قَالَت: جَاءَ أَبُو بَرزَة فَلم يجد أم وَلَده فِي الْبَيْت وَقَالُوا ذهبت إِلَى الْمَسْجِد فَلَمَّا جَاءَت صَاح بهَا فَقَالَ: ان الله نهى النِّسَاء أَن يخْرجن وأمرهن يقرن فِي بُيُوتهنَّ وَلَا يتبعن جَنَازَة وَلَا يَأْتِين مَسْجِدا وَلَا يشهدن جُمُعَة۔"

(ترجمہ)" امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر نے روایت بیان کی کہ امام محمد ابن سیرین نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کی زوجہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم حج کرنے نہیں جاتی اور نہ ہی عمرہ کے لیے جاتی ہو جس طرح تمہاری بہنیں جایا کرتی ہیں؟ تو فرمایا کہ میں حج اور عمرہ کر چکی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے گھر میں ٹھہری رہوں، لہذا میں اپنی موت تک اپنے گھر سے باہر نہیں نکلوں گی۔راوی نے کہا کہ قسم اللہ کی وہ اپنے کمرے کے دروازے سے نہیں نکلیں

یہاں تک کہ اُنہیں اُن کے جنازے کے ساتھ نکالا گیا..... اور امام ابن ابی حاتم نے امّ نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو گھر میں اپنی اُمّ ولد (یعنی وہ باندی جس سے اولاد ہو) کو گھر میں نہیں پایا، لوگوں نے بتایا کہ وہ مسجد میں گئی ہے، پھر جب وہ لوٹی تو آپ نے اُسے زور سے ڈانٹا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو باہر نکلنے سے منع فرمایا، اور حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں، نہ جنازے کے ساتھ جائیں، نہ مسجد میں جائیں اور نہ ہی جمعہ کی نماز میں شرکت کریں۔"

(الدُّرُّ المنثور فی التفسیر بالماثور، جلد:٦، صفحہ:٦٠٠، ناشر: دارالفکر، بیروت)

غور فرمائیے! حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سورۃ احزاب کی مذکورہ بالا آیت سے یہی مسئلہ اخذ کیا کہ اب عورتوں کا مسجد میں نماز کے لیے بھی جانا ممنوع ہے۔ حضرتِ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ وَإِنَّهَا إِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ، وَإِنَّهَا أَقْرَبُ مَاتَكُونُ إِلَى اللهِ وَهِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا"

(ترجمہ) "عورت چُھپانے کی چیز ہے، اور بے شک جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اُسے تانکتا ہے۔ اور بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے قریب اس حال میں ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصے میں ہو۔"

حدیث کے مشہور امام حافظ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفیٰ ٨٠٧ھ) نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا:

"رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ."

یعنی" اس حدیث کو امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے معجم کبیر میں روایت کیا اور اس کے راوی قابل اعتماد ہیں۔"

(مجمع الزوائد ومنبع الفرائد، حدیث نمبر: ٢١١٤، جلد: ٢، صفحہ: ٣٥، ناشر: مكتبة القدسي، القاہرة)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو عمرو شیبانی سے روایت بیان کی کہ اُنہوں نے فرمایا:

"رَأَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَحْصِبُ النِّسَاءَ يُخْرِجُهُنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ" (ترجمہ) "میں نے جمعہ کے دن حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجد سے نکال رہے ہیں۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ٧٦١٧، جلد: ٢، صفحہ: ١٧٥، ناشر: مكتبة الرشد، رياض)

لہذا اگر عورتوں کے جماعت میں شرکت کرنے میں کچھ بھی فضیلت ہوتی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے ذی علم صحابی انہیں مسجد سے ہرگز نہیں نکالتے۔ شافعی مسلک کے مشہور امام تقي الدين ابوبكر بن محمد بن عبد المومن بن حريز بن معلىٰ الحسيني الحصني الشافعي رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفیٰ ٨٢٩ھ) نے اپنی کتاب میں بالکل صاف اور صریح الفاظ میں تحریر فرمایا:

"قلت يَنْبَغِي الْقطع فِي زَمَاننَا بِتَحْرِيم خُرُوج الشابات وَذَوَات الهيئات لِكَثْرَة الْفساد وَحَدِيث أم عَطِيَّة وَإِن دلّ على الْخُرُوج إِلَّا أَن الْمَعْنى الَّذِي كَانَ فِي خير الْقُرُون قد زَالَ وَالْمعْنَى أَنه كَانَ فِي الْمُسلمين قلَّة فَأذن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَهُنَّ فِي الْخُرُوج ليحصل بِهن الْكَثْرَة وَلِهَذَا أذن للْحيض مَعَ أَن الصَّلَاة مفقودة فِي حقهن وتعليله بشهودهن الْخَيْر ودعوة الْمُسلمين لَا يُنَافِي مَا قُلْنَا وَأَيْضًا فَكَانَ الزَّمَان زمَان أَمن فَكُن لَا يبدين زينتهن

ويغضضن أبصارهن و كذا الرِّجال يغضون من ابْصَارهم, وَأما زَمَاننَا فخروجهن لأجل إبداء زينتهن وَلَا يغضضن أبصارهن وَلَا يغض الرِّجَال من أَبْصَارهم ومفاسد خروجهن مُحَققَة وَقد صَحَّ عَن عَائِشَة رَضِي الله عَنْهَا أَنَّهَا قَالَت (لَو رأى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مَا أحدث النِّسَاء لمنعهن الْمَسَاجِد كَمَا منعت نسَاء بني إِسْرَائِيل) فَهَذِهِ فَتْوَى أم الْمُؤمنِينَ فِي خير الْقُرُون فَكيف بزماننا هَذَا الْفَاسِد وَقد قَالَ بِمَنْع النِّسَاء من الْخُرُوج إِلَى الْمَسَاجِد خلق غير عَائِشَة رَضِي الله عَنْهَا مِنْهُم عُرْوَة بن الزبير رَضِي الله عَنهُ وَالْقَاسِم وَيحيى الْأَنْصَارِيّ وَمَالک..... وَهَذَا فِي ذَلِک الزَّمَان وَأما فِي زَمَاننَا هَذَا فَلَا يتَوَقَّف أحد من الْمُسلمين فِي مَنعهنَّ إِلَّا غبي قَلِيل البضاعة فِي معرفَة أسرار الشَّرِيعَة قد تمسک بِظَاهِر دَلِيل حمل على ظَاهره دون فهم مَعْنَاهُ مَعَ إهماله فهم عَائِشَة رَضِي الله عَنْهَا وَمن نحا نَحْوهَا وَمَعَ إهمال الْآيَات الدَّالَّة على تَحْرِيم إِظْهَار الزِّينَة وعَلى وجوب غض الْبَصَر فَالصَّوَاب الْجَزْم بِالتَّحْرِيمِ وَالْفَتْوَى بِهِ وَالله أعلم۔"

(ترجمہ)" ہمارے اس زمانے میں فتنہ وفساد کی کثرت کی وجہ سے جوان عورتوں اور ہیئات والی عورتوں (یعنی جن کی طرف مردوں کو کچھ بھی رغبت ہوتی ہو اگرچہ بوڑھی ہوں) کے نماز کے لیے نکلنے کے حرام قرار دینے پر اتفاق کرنا واجب ہے۔اور حدیث ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگرچہ نکلنے پر دلالت کرتی ہے مگر خیر القرون میں (عورتوں کے مردوں کی جماعت کی طرف) نکلنے میں جو حکمت تھی وہ ختم ہو چکی، اور وہ حکمت یہ تھی کہ مسلمان قلیل

تعداد میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی تاکہ اُن کے ذریعے تعداد کی کثرت حاصل ہو، اسی لیے حیض والیوں کو بھی اجازت دی حالاں کہ اُن کے حق میں نماز نہیں ہے۔ اور عورتوں کے ذکر و مسلمانوں کی دُعا میں شرکت کو نکلنے کی علت بتانا اس کے خلاف نہیں جو ہم نے کہا۔ نیز وہ زمانہ امن کا زمانہ تھا، عورتیں اپنی زینت ظاہر ہونے نہ[illegible] تے تھ[illegible] ا[illegible] نگاہیں نیچی رکھتی تھیں، اسی طرح مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھتے تھے۔ رہا ہمارا زمانہ! تو عورتوں کا گھروں سے نکلنا اپنی زینت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے اور (عام طور پر یا اکثر) عورتیں اپنی نگاہیں نیچی نہیں رکھتیں اور (اسی طرح) مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی نہیں رکھتے اور عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے مفاسد یقینی ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم بھی وہ دیکھ لیتے جو کچھ (زیب و زینت کرنا) عورتوں نے شروع کیا ہے تو وہ بھی ضرور اُنھیں مسجد میں آنے سے منع فرما دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا۔ امّ المومنین کا یہ فتوی زمانۂ خیر القرون میں ہے تو اِس فساد والے زمانے میں حکم کی سختی کی کیا کیفیت ہوگی؟ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ ایک جماعت نے عورتوں کے مساجد جانے سے ممانعت کا قول کیا ہے جن میں حضرت عروہ بن زبیر، حضرت قاسم، حضرت یحییٰ انصاری، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔۔۔ یہ حال اُس زمانے کا ہے۔ رہا ہمارے زمانے میں (یعنی نویں صدی ہجری میں) تو کوئی بھی مسلمان عورتوں کو منع کرنے سے بعض نہیں رہے گا مگر کوئی ایسا ناسمجھ جس کے پاس اسرار شریعت کا علم بہت کم ہو، جس نے دلیل کے ظاہر مفہوم کو پکڑ

لیا اُس کا معنیٰ سمجھے بغیر اُسے اُس کے ظاہر پر محمول کیا باوجود حضرتِ عائشہ اور جنہوں نے اُن کی طرح کا قول کیا اُن کی سمجھ کو اپنی پس پشت ڈالنے کے، اور باوجود اُس کے اُن آیاتِ قرآنیہ کو پس پُشت ڈالنے کے جو زینت کے اظہار کے حرام ہونے پر اور نگاہوں کو نیچا رکھنے کے واجب پر دلالت کرتی ہیں، لہٰذا عورتوں کے جماعت میں شریک ہونے کو حرام قرار دینے پر اعتماد کرنا درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(كفاية الاخيار فی حلّ غاية الاختصار، فصل فی صلاة العيدين، صفحه: ۲۳۷، دار المنهاج، جدّة)

دسویں صدی ہجری کے مشہور محدث، مسلکِ شافعی کے خاتمۃ المحققین امام شہاب الدین احمد ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفیٰ ۹۷۴ھ) نے علامہ تقی الدین حسینی حصنی دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا عبارت کو اپنے فتوے مین نقل کرکے فرمایا:

"وَهَذَا حَاصِلُ مَذْهَبِنَا وَاحْذَرْ مِنْ إِنْكَارِ شَيْءٍ مِمَّا مَرَّ قَبْلَ التَّثَبُّتِ فِيهِ وَلَا تَغْتَرَّ بِمَنْ تَمَوَّهَ بِلِسَانِهِ وَتَفَوَّهَ بِمَا لَا خِبْرَةَ لَهُ بِهِ فَإِنَّ الْعِلْمَ أَمَانَةٌ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَلِيُّ التَّوْفِيقِ وَالْإِعَانَة"

(ترجمہ) "یہ ہمارے مذہب کا خُلاصہ ہے۔ اور یہ جو کچھ گزرا اُس کو سمجھے بوجھے بغیر اُس کے انکار سے پرہیز کر، اور اُن لوگوں سے دھوکہ مت کھا جنہوں نے اپنی زبان سے حقیقت کو چھپایا اور اور ایسی چیز میں دخل اندازی کی جس کی اُن کو کوئی خبر نہیں، اس لیے کہ بے شک علم امانت ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق واعانت کا مالک ہے۔"

(الفتاویٰ الفِقهِيَةُ الكُبریٰ، جلد: ۱، صفحہ: ۲۰۴، ناشر: دار صادر، بیروت)

بعض فقہا نے جو یہ لکھا کہ بوڑھی عورت اگر ایسی ہے کہ اُس کی طرف مردوں کو رغبت نہیں ہوتی تو اُس کے لیے مسجد میں جانا منع نہیں یہ اُس وقت ہے جب فتنے کا تحقق نہ ہو، مگر فی

زمانہ ہر قسم کی عورت پر یہ پابندی عائد ہوتی ہے خواہ جوان ہو یا بوڑھی، اور خواہ اُس میں لوگوں کے لیے کچھ رغبت ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ مشہور شافعی فقیہ علامہ عبد الحمید شروانی داغستانی علیہ الرحمۃ نے تحفۃ المحتاج کے اپنے مشہور حاشیے میں نقل فرمایا:

"الفتویٰ الیوم علی المنع فی الکل"

(جلد: ۲، صفحہ: ۲۵۲، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یعنی" آج ہر قسم کی عورتوں کے بارے میں ممانعت کا فتویٰ ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

کَتَبَــــــــــــــهٗ:

الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد عاقب بن لیاقت

الاشعری عقیدۃً، الشافعی مذھباً، القادری مشرباً، الثقافی خریجاً

الامین العام للمعھد الدینی: دار المصطفی، کھوپولی، رائے گڑھ

kharbeqadiri@gmail.com

